سلسلۂ تقاریر ”تعارف الکتاب“
ڈاکٹر اسرار احمد

قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ (۲۷)

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم
اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ○ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ○ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ○ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ○ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ○ ﴾ (الذّٰریٰت : ۳۱۔۳۵)

قرآن مجید کا ستائیسواں پارہ ”قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ“ کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے اور اسی نام سے موسوم ہے۔ اس میں اولاً ”سورۃ الذاریات“ کا نصفِ ثانی شامل ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے سورۃ الطور‘ سورۃ النجم‘ سورۃ القمر‘ سورۃ الرحمٰن‘ سورۃ الواقعہ اور آخر میں سورۃ الحدید ہے۔ سورۃ الذاریات کا جو حصہ اس پارے میں شامل ہے اس کی اہم ترین آیت ہے : ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ○ ﴾ (آیت ۵۶) ”میں نے انسانوں اور جنّوں کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں“۔ یعنی میری بندگی کریں‘ میری پرستش کریں‘ میری اطاعت کریں‘ میری غلامی اختیار کریں۔ یہ اس دنیاوی زندگی کا مآل‘ اس کا اصل مقصد اور اس کی اصل غایت ہے۔ اسی مضمون کو شیخ سعدیؒ نے نہایت سادہ الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی!

اس کے بعد سورۃ الطور آتی ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں ایک بہت اہم آیت

وارد ہوئی ہے جو منکرینِ خدا کے لئے ایک مُسکِت دلیل ہے' فرمایا : ﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْ ءٍ اَمْ ھُمُ الْخَالِقُوْنَ ○ ﴾ (آیت ۳۵) "(یہ لوگ ذرا یہ تو سوچیں کہ) یہ بغیر کسی کے پیدا کئے پیدا ہو گئے یا انہوں نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا؟" ظاہر بات ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے کوئی چیز بھی ممکن نہیں ہے۔ نہ عقلِ سلیم اسے تسلیم کرے گی' نہ کوئی بقائمی ہوش و حواس اس بات کا مدّعی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا خالق خود ہے' نہ یہ بات عقلِ انسانی باور کر سکتی ہے کہ کوئی بغیر کسی کے پیدا کئے پیدا ہو جائے۔ لامحالہ تیسری بات ہے اور وہ یہ کہ اللہ ہم سب کا خالق ہے۔

اس کے بعد سورۃ النجم آتی ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کے آغاز میں رسولِ اکرم ﷺ کے بارے میں ایک بہت اہم بات ارشاد ہوئی ہے : ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ ﴾ (آیات ۳'۴) "وہ اپنی خواہشِ نفس سے کلام نہیں فرماتے بلکہ جو بات فرماتے ہیں اللہ کی وحی کی بنیاد پر فرماتے ہیں"۔ معلوم ہوا کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ کا ہر عمل اُمّت کے لئے واجب الاتّباع ہے اسی طرح آپ ﷺ کا ہر فرمان' خواہ وہ وحی جلی پر مبنی ہو خواہ وحی خفی پر' اُمت کے لئے واجب الاتباع ہے۔ اس لئے کہ محمدٌ رسول اللہ ﷺ کی گفتگو اور آپؐ کے فرمودات کا منبع و سرچشمہ آپؐ کی لفّاظی نہیں بلکہ وحی الٰہی ہے۔ سورۃ النجم میں معراج کے آسمانی مرحلہ کا بھی ذکر ہوا۔ چنانچہ "سدرۃ المنتہیٰ" کے پاس نبی اکرم ﷺ کو جو مشاہدات ہوئے ان الفاظ کا ذکر بایں الفاظ ہوا : ﴿ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ○ ﴾ (آیات ۱۴ تا ۱۸) سدرۃ المنتہیٰ پر اللہ کے اُن انوار کی بارش ہو رہی تھی جن کے بارے میں نطقِ انسانی کچھ کہنے سے قاصر ہے' اس لئے فرمایا گیا کہ : ﴿ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴾ "جب چھا رہا تھا سدرہ پر جو چھا رہا تھا"۔ اُس وقت نبی اکرم ﷺ کے مشاہدہ کی شان یہ تھی کہ "نہ نگاہ کج ہوئی نہ حدِ ادب سے تجاوز کیا۔ اس لئے کہ آپؐ نے مشاہدہ کیا اپنے رب کی عظیم آیات کا"۔

سورۃ النجم میں یہ بات بڑی تاکید کے ساتھ آئی کہ انسان کو اپنا بوجھ خود اٹھانا ہے ﴿ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ○ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ○ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ○ ﴾ (آیات ۳۸ تا ۴۰) ”کہ نہیں اٹھاتا کوئی اٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے کا۔ انسان کیلئے وہی کچھ ہے جس کیلئے اس نے محنت کی۔ اور اس کی محنت اس کے سامنے لائی جائے گی“۔ اللہ تعالیٰ اس کی محنت کو ضائع کرنے والا نہیں ہے۔

اس کے بعد سورۃ القمر آتی ہے۔ اس میں متعدّد بار اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی عظمت بیان فرماتے ہیں اور گویا کہ انسان پر حجت قائم کر رہے ہیں ﴿ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴾ ”ہم نے قرآن کو یاد دہانی کے لئے (نصیحت اخذ کرنے کے لئے، ہدایت اور راہنمائی حاصل کرنے کے لئے) انتہائی آسان بنا دیا ہے۔ تو ہے کوئی جو اس سے نصیحت اخذ کرے (اور اس کی راہنمائی سے فائدہ اٹھائے؟)“۔

سورۃ القمر کے بعد سورۃ الرحمٰن آتی ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے قرآن کی دلہن قرار دیا ہے۔ اس کے بالکل آغاز میں قرآن مجید کی عظمت کا بیان ہے : ﴿ اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ ﴾ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمانی کا سب سے بڑا مظہر قرآن مجید ہے۔ ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ﴾ اللہ نے انسان کو پیدا کیا، اسے اشرف المخلوقات بنایا اور اسے بیان کی قوت یعنی قوتِ نطق و گویائی عطا فرمائی۔ ان چاروں آیتوں کو اگر جمع کر لیا جائے تو ان کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جسے بھی اللہ نے قوتِ گویائی عطا فرمائی ہو اور جسے بھی کچھ قادر الکلامی عطا فرمائی ہو اسے اپنی اس قوت اور اپنے اس وصف کا بہترین مصرف اسی قرآن کو بنانا چاہئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا : ((خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ)) (حدیث) ”تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں“ چنانچہ انسان کی قوتِ بیانیہ کا اس سے بہتر مصرف اور کوئی نہیں کہ وہ قرآن کو سمجھے اور اس کو بیان کرے۔ سورۃ الرحمٰن میں بار بار الفاظ آتے ہیں ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ ﴾

اے انسانو اور اے جنّو! جن کے بارے میں سورۃ الذاریات میں فرمایا گیا کہ تمہیں پیدا ہی عبادتِ رب کیلئے کیا گیا ہے' تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ سورۃ الرحمٰن اللہ کی نعمتوں کے حوالے سے نصیحت اور یاد دہانی کی کوشش کی ایک بڑی ہی حسین مثال ہے۔ اس لئے اس میں یہ الفاظ بار بار اور بتکرار و اعادہ وارد ہوئے۔

اس کے بعد سورۃ الواقعہ ہے۔ اس میں انجامِ کار کے اعتبار سے تین قسم کے لوگوں کا ذکر ہے۔ ایک تو مقربینِ بارگاہِ ربّانی ہیں' ان کا تو عالم یہ ہے کہ وہ اللہ کی رحمتوں میں ہوں گے ﴿ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ○ ﴾ (الواقعہ : ۸۹) پھلوں اور پھولوں میں ہوں گے' نعمتوں والی جنت میں وہ رہیں گے اور ہمیشہ رہیں گے۔ ایک دوسری جماعت بھی ہے جو اس درجہ کی تو نہیں مگر وہ بھی کچھ کم مرتبہ کی مالک نہ ہو گی' وہ ہے اصحاب الیمین کی جماعت۔ ﴿ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ○ ﴾ (آیت ۹۱) ان کے لئے بھی سلامتی اور خیر ہے اور ان کے لئے رب کی نعمتیں ہیں۔ لیکن ایک تیسری جماعت ہے' یہ اصحاب الشمال کی جماعت ہے جو مکذّبین ہیں اور الضّالّین ہیں۔ گم کردہ راہ' بھٹکے ہوئے' جھٹلائے ہوئے۔ ان کا انجام ہو گا : ﴿ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ○ وَتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ○ ﴾ (آیات ۹۳'۹۴) انتہائی کھولتے ہوئے پانی سے ان کی ضیافت کی جائے گی اور انہیں جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ ﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ○ ﴾ (آیت ۹۵) اور اے لوگو! یہ باتیں خالی خولی دھمکیاں نہیں ہیں۔ یہ یقین کے لئے ہیں' یہ یقین کی مستحق ہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو قطعی حق ہیں اور جھوٹ نہیں ہیں۔

اس کے بعد آتی ہے قرآن حکیم کی انتہائی عظیم سورہ' سورۃ الحدید جس سے مدنی سورتوں کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے جو اٹھائیسویں پارے کے اختتام تک چلا گیا ہے۔ اس سلسلۂ "مُسَبِّحات" کی یہ جامع ترین سورۃ بھی ہے اور اس کا نقطۂ آغاز بھی ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کی ابتدائی چھ آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا بیان انتہائی جامعیت کے ساتھ اور اعلیٰ ترین عقلی سطح پر ہوا ہے۔ اس کے بعد دین

کے تقاضے دو الفاظ میں بیان ہو گئے : ﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ ﴾ (آیت ۷) ایمان لاؤ اللہ پر' اس کے رسول ﷺ پر اور جس جس چیز میں اللہ نے تمہیں خلافت عطا فرمائی' دنیا میں جو جو تمہیں عطا کیا ہے' جس جس چیز میں اختیار بخشا ہے' جس جس چیز کو تمہاری ملکیت میں دے دیا ہے' اسے اللہ کی راہ میں لگا دو اور کھپا دو۔ یہ ہے دین کا تقاضا انتہائی مختصر الفاظ میں۔ اگر اس سے کنّی کتراؤ گے' اگر اس سے جی چراؤ گے تو جان لو کہ پھر تمہاری منزل منافقت اور نفاق ہے' اور نفاق انتہائی دردناک انجام تک پہنچا دینے والی چیز ہے۔ منافق دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ شمار ہوتا ہے لیکن اخروی انجام کے اعتبار سے وہ کافروں کے ساتھ ہو گا۔ چنانچہ انتہائی حسرت ناک نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جب قیامت میں اہل ایمان اور منافقین کو جدا کر دیا جائے گا اور ان کے مابین فصیل حائل کر دی جائے گی تو منافق پکار کر کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ تو اہلِ ایمان جواب دیں گے : ﴿ وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَ غَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ ﴾ (آیت ۱۴) تم نے اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں فتنوں میں ڈالا۔ تم دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر رہ گئے اور پھر تم شکوک و شبہات میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔ پھر تم گومگو کی کیفیت سے دوچار ہو گئے کہ اللہ کے دین کے لئے سرفروشی اور جانفشانی کریں یا نہ کریں' قدم بڑھائیں یا نہ بڑھائیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج یہاں تمہارا کوئی مددگار نہیں' آج تمہارا انجام کُفّار کے ساتھ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس انجامِ بد سے بچائے اور دین کے تقاضوں کو کماحقّہ' ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمدُ للّٰہ ربّ العالمین ○○

بقیہ : **حرف اول**

(قرآن سننے اور سنانے کے لئے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کی بھی سابقہ تمام خطائیں بخش دی گئیں۔ اور جو لیلۃ القدر میں کھڑا رہا (قرآن سننے اور سنانے کے لئے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کی بھی سابقہ تمام خطائیں بخش دی گئیں"۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)